JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 02, January – Jun 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

اشتراکیت کے بنیادی تصورات اور سیاسی تجزیہ ؛مفکرین کی آراء

Basic Perceptions of Socialism and its Political Spell Out; Persuasion of the Intellectuals

***Mr. Zia Ur Rehman* ***

M.Phil. In Islamic Studies, Institute of Islamic Studies Punjab University Lahore Pakistan

ABSTRACT

Socialism is basically defined as a political and economic theory of social organizations which in its acolyte's sense is the ambassador of human rights. This perception advocates that the means of production, distribution, and exchange should be regulated and governed by the community. This research paper aims to elucidate what are the basic schools of thought on communism and Bolshevism. This paper also highlights the political aspects of this socialist ideology. It will also be highlighted in this paper what is the basic wrangle and discrepancy between socialism and communism. Concluding the topic it will be chewed over that what are the various spell out of different intellectuals regarding the implementation of the hierarchy of socialism. What pros and cons this system has in it will also be discussed in the paper. Chicago Manual 2017 is used for the writing of the paper.

Keywords: *Communism, Political Domain, Socialism*

تمہید

اشتراکیت سرمایہ درانہ نظام کے مقابلے میں بذات خود بہت انتہاء پسندانہ تھا ۔ سرمایہ دارانہ نظام نے فرد کو اتنا آزاد کر دیا کہ وہ اپنے منافع اور فائدے کی خاطر جو چاہے کرتا پھرے۔دوسری طرف اشتراکیت نے فرد کو اتنا دبا اورگھونٹ کر رکھ دیا کہ اس کی فطری آزادی بھی سلب ہو کر رہ گئی اور وہ اپنے اس بنیادی حق سے بھی محروم ہو گیا ۔ سرمایہ دارانہ نظام نے تمام مسائل کا حل بازار کی قوتیں یعنی رسد و طلب کو قرار دیا ، لیکن اس کی برعکس اشتراکیت نے ان قدرتی قوانین کو ابتدا ء سے ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی جگہ سرکار کی طرف سے کی ہوئی منصوبہ بندی کو ہر مرض کا علاج اور دائمی قرار دیا ۔ حالانکہ انسان کی اپنی خود ساختہ اور اپنے ہی اصولوں پر وضع کی ہوئی منصوبہ بندی ہر جگہ کارآمد نہیں ہوتی اور بہت سے مقامات پر اس کا نتیجہ ایک

مصنوعی جکڑ بند کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔یہ تمام خرابیاں محض نظریاتی نوعیت کی نہیں ہیں، بلکہ اشتراکیت کی پہلی تجربہ گاہ روس میں چوہتر سال کے تجربے نے یہ تمام خرابیاں پوری طرح سے دلائل کی روشنی میں ثابت کر دی ہیں ۔ ایک زمانے میں ابھی کچھ عرصہ تک اشتراکیت اور نیشنلائزیشن کا دور دورہ تھااور جو شخص اس کے خلاف زبان کھولتا اسے رجعت پسند اور سرمایہ دار ایجنٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ لیکن سوویت یونین کے خاتمے کے موقع پر خود روس کے صدر یلسن نے کہا :"کاش اشتراکیت(Utopian)نظریے کا تجربہ روس جیسے عظیم ملک میں کرنے کے بجائے افریقہ کے کسی چھوٹے رقبے میں کر لیا گیا ہوتا تاکہ اسکی تباہ کاریوں کو جاننے کے لیے چوہتر سال نہ لگتے"

اشتراکیت کی تعریف:

اس سے قبل کہ اشتراکیت کا تعریف بیان کی جائے ، چند ہم معنی اصطلاحات کی وضاحت ضروری ہے۔ سوشلزم کا اردو اور عربی نام اشتراکیت ہے اور کمیونزم کا اردو نام اشتمالیت اور عربی نام "الشیوعیہ" ہے۔ اس کو مارکسزم بھی کہتے ہیں۔ اشتراکی نظر یہ فکر کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ:

> "Socialism or communism means an economic system in which the means of production are owned by the state. A Central Directorate controls the production of goods and services. The Directorate decides the nature, quantity, and mode of production of goods. This central body also directs the distribution of good."[1]

> " سوشلزم یا کمیونزم " سے مراد وہ معاشی نظام جس میں تمام وسائل پیداوار ریاست کی ملکیت ہیں۔ مرکزی حکومت پیدا اوار اور اشیاء کی خدمات کو کنٹرول کرتی ہے۔ مرکزی حکومت مقدار کا فیصلہ کرتی ہے۔ اشیاء کی تقسیم بھی مرکزی حکومت کے تحت بر اہ ر است ہوتی ہے۔"

ولیم ، لاؤ کس (William. N. Loucks) رقم طراز ہے

> "سوشلزم سے مراد ایسی تحریک ہے جو بڑے پیمانے پر پیدائش دولت عمل میں لانے والی ہر قسم کی اشیائے سرمایہ کو انفرادی انتظامیہ کی تحویل یا ملکیت میں دینے کے

بجائے مجموعی طور پر پورے معاشرے کی ملکیت میں دینا چاہتی ہے تا کہ بڑھتی ہوئی قومی آمدنی کی مساوی تقسیم عمل میں لائی جاسکے ۔ "[2]

سوشلزم اور کمیونزم میں فرق

سوشلزم اور کمیونزم میں فرق صرف طریق انقلاب کا ہے۔ بنیادی فکر اور فلسفے کا نہیں۔ اپنے اصل مقاصد کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ فرق جو بھی ہے وہ ضمنی اور ذیلی ہے۔ بنیادی اور اساسی نہیں ۔پروفیسر خورشید احمد نے اس فرق واضح کیا ہے:

1) سوشلزم، وسائل پیداوار کو قومی تحویل میں لینے کے لیے جمہوری طریقہ اختیار کرنے کا قائل ہے۔ یعنی عام کی رائے کو مسخر کر کے انہی کے ووٹوں سے یہ تبدیلی عمل میں لائی جائے جب کہ میونزم خونی انقلاب کے ذریعے یہ تبدیلی لانا چاہتا ہے۔
2) سوشلزم کے مقابلہ میں کمیونزم نسبتاً پرانی اصطلاح ہے۔ پرانے لٹریچر میں کمیونزم کا لفظ بار بار استعمال ہوتا نظر آتا ہے۔
3) سوشلزم ریاست کے ادارے کے بالکل فنا ہو جانے کا قائل نہیں جبکہ کمیونزم اپنی انتہائی شکل میں ریاستی ادارے کے ختم کر دینے کا بھی دعویٰ کرتا ہے۔
4) مارکس نے ان دونوں اصطلاحات میں فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک اشتراکیت کا اولین دور ہوگا اور دوسرا اس کا آخری اور تکمیلی دور، اولین دور میں مزدوروں کی آمریت قائم ہوگی، ریاست موجود رہے گی ، اس کو چلانے والے ہاتھ بدل جائیں گے ۔ قومی ملکیت کا نظام نافذ کر کے دور رس تبدیلیاں لائی جائیں گی۔ اس عبوری دور کے انتقام پر جو در قائم ہوگا وہ اصل اشترا کی دور ہے۔[3]

اشترا کی فکر کی مختصر تاریخ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زر اور زمین کے اشتراک کا نظریہ انیسویں صدی میں کارل مارکس نے پیش کیا ، حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ جہاں تک تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، سب سے پہلے افلاطون (Plato)(م ۳۴۷ ق، م) نے مشترکہ ملکیت کا تصور پیش کیا تھا۔ افلاطون کی رائے تھی کہ ایسی جمہوریت قائم ہونی چاہیے جس میں اعلیٰ طبقے کے شہریوں کی املاک مشترک ہوں۔ وہ کہتا ہے یہی ایک ایسا موثر طریقہ ہے جس کے ذریعہ ذاتی اغراض کو دبا کر افرا دکو قومی خدمات کے لیے وقف کیا جا سکتا ہے اپنی مشہور تصنیف "Republic" میں لکھتا ہے:

"ریاست ، حکومت یا قانون کی بہترین شکل وہی ہے جس سے ہر شخص پوری آزادی سے سماج کی ہر چیز میں شریک ہو سکے ۔ " [4]

اشتراکیت کے بنیادی تصورات اور سیاسی تجزیہ

انفرادی حق ملکیت کا خاتمہ:

اشتراکی مفکرین کا خیال یہ ہے کہ انفرادی ملکیت ہی خرابی کی اصل جڑ ہے۔ وہ بھی جائیداد کو طبقاتی کشمکش اور لوٹ کھسوٹ کی اصل وجہ قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک ذرائع پیداوار زمین ، مشین اور آلات وغیرہ کو مشترکہ ملکیت میں ہونا چاہے ۔ صرف اسی صورت میں معاشی بد حالی دور ہو سکتی ہے۔شوکت علی گیلانی اپنی کتاب میں قلم بند کرتے ہیں کہ کارل مارکس کمیونسٹ پارٹی کے مینی فسو (Manifesto) میں لکھتا ہے:

"اس تحریک کا مقصد وحید یہ ہے کہ دنیا سے ذاتی ملکیت اور شخصی و انفرادی حقوق کے خیال کو فنا کر دیا جائے اور اس طرح جب مزدوروں کی جماعت کو تسلط حاصل ہو جائے تو تدریج سر مایہ داروں کے تمام املاک و خزائن پر قبضہ کر لیا جائے اور یوں ملکی پیداوار کے تمام وسائل و ذرائع مزدوروں کی جماعت کی حکومت کے ہاتھ میں مرکوز کر دیئے جائیں ۔"[5]

مولاناتقی عثمانی نے سوشلزم کے ناکام اصول "ذاتی منافع کا خاتمہ " پرمدلل اندازمیں لکھاہے:

"اشتراکیت میں ذاتی منافع کے محرک کا بالکل خاتمہ کر دیا جاتا ہے ۔ اس لئے لوگوں کی کارکردگی پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ وہ خواہ چستی اور محنت اور ایج کے ساتھ کام کرے یاستی اور کاہلی کے ساتھ، دونوں صورتوں میں اس کی آمدنی یکساں ہے ۔ اس لئے اس میں بہتر کارکردگی کا ذاتی جذبہ برقرار نہیں رہتا۔ ذاتی منافع کا محرک علی الاطلاق بری چیز نہیں۔ بلکہ اگر وہ اپنی حد میں ہو تو انسان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے اور اسے نت نئی مہم جوئی پر آمادہ کرتا ہے ۔ اس فطری جذبے کو حد میں رکھنے کے لئے لگام دینے کی بیشک

ضرورت ہے لیکن اسکو بالکلیہ کچل دینے سے انسان کی بہت سی صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔"[6]

اشتراکیت اورمعاشی عدم استحکام :

اشتراکیت سرمایہ دارانہ حکومت کو ایک ایسا ادارہ خیال کرتی ہے جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ دولت مندوں اور جاگیر داروں کے مفادات کی حفاظت کرے۔ ایسے نظام حکومت میں غریبوں کی خون پسینے کی کمائی سے امراء اپنے لیے عیش و عشرت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ لہذا غرباء کے حقوق صرف اس صورت میں محفوظ رہ سکتے ہیں کہ اقتدار سرمایہ داروں سے زبر دستی چھین لیا جائے اور غریب محنت کشوں کی ایک ایسی مجلس تشکیل دی جائے جو معصوم اور منزہ عن الخطا ہونے کے ساتھ ساتھ کلی اختیارات کی مالک ہو اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔شوکت علی گیلانی اشتراکی ڈکٹیٹر شپ کوبیان کرتے ہیں کہ سٹالن اپنی کتاب لینن ازم Leninism میں لکھتا ہے:

"لینن ازم (عہد حاضر کی اشتراکیت) سے مراد مزدوروں کی جماعت کے ڈکٹیٹر مقرر کرنے کا نظریہ اور اس نظریہ کی عملی ہیئت کذائی ہے ۔ لینن ڈکٹیٹر شپ کی تفصیل ان الفاظ میں لکھتا ہے ڈکٹیٹر ایسی مطلق العنان ہستی کا نام ہے جو کسی قانون اور کسی ضابطہ کی پابند نہ ہو۔ آئینی نظام حکومت کے علمبر دار سن لیں اور خوب غور سے سن لیں کہ ڈکٹیٹر شپ کے معنی ہیں قوت غیر محدود اور قاہرہ قوت جو جبر وا کراہ پر مبنی ہو اور جسے آئین و دستور ، شریعت و قانون ہے 1 "Foundation of میں دیتے کچھ سروکار نہ ہو ۔"[7]

مولانا تقی عثمانی نے اشتراکی نظام میں اقتدار کے تسلط یوں واضح کیا ہے:

"منصوبہ بندی کا کام ظاہر ہے کہ اشتراکی نظام میں حکومت انجام دیتی ہے اور حکومت فرشتوں کے کسی گروہ کا نام نہیں،جس سے کوئی غلطی یا بد دیانتی سرزد نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ حکومت کرنے والے بھی گوشت پوست کے انسان ہوتے ہیں وہ اپنی خواہشات اور ذاتی مفادات سے بھی مغلوب ہو سکتے ہیں ان کی سوچ میں بھی غلطی کا امکان ہے ۔ دوسری طرف جب سارے ملک کے تمام تر پیداوار انسانوں کے اس گروہ کے حوالے کر دیئے گئے تو ان کی نیت میں فطور آنے کی صورت میں اس کے نتائج پوری قوم کو بھگتنے پڑیں گے ۔ اگر سرمایہ دارانہ نظام میں ایک چھوٹا سرمایہ دار

محدود وسائل پیداوار پر ملکیت حاصل کر کے چند افراد کو ظلم کا نشانہ بنا سکتا ہے تو اشتراکی نظام میں چند برسراقتدار افراد پورے ملک کے وسائل پر قابض ہو کر اس سے کہیں زیادہ ظلم کر سکتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ بہت سارے چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار ختم ہو جائیں اور ان سب کی جگہ ایک بڑا سرمایہ دار وجود میں آجائے جو دولت کے سارے وسائل کو من مانے طریقے سے استعمال کرے ۔اشتراکیت کا منصوبہ بند نظام ایک انتہائی طاقت ور بلکہ جابر حکومت کے بغیر نہ قائم ہو سکتا ہے اور نہ چل سکتا ہے ۔ کیونکہ افراد کو ہمہ گیر ریاست کی منصوبہ بندی کے تابع بنانے کے لئے ریاستی جبر لازم ہے ۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کے بجائے ریاستی منصوبہ بندی کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے یہ منصوبہ بندی ایک زبردست قوت قاہرہ کے بغیر کام نہیں کر سکتی ۔ چنانچہ اشتراکی نظام میں سیاسی آزادیوں کا خاتمہ لازمی ہے اور اس طرح فرد کی آزادی بہر طور کچلی جاتی ہے ۔"[8]

اشتراکیت اور سیاسی عدم استحکام :

شروع میں اشتراکیت کی حیثیت محض سلبی تھی لیکن اس کا دارو مدار تمام تر جذبہ مخالفت پر مبنی تھا اس کا مقصد صرف سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، اشترکیت نے ایک معاشی تحریک سے نکل کر ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کرلی اور اس کا دائرہ نظر زندگی کے غیر معاشی پہلوؤں پر بھی حاوی ہو گیا۔ سوشلزم کے بانی اور رہبروں نے بڑی صراحت کے ساتھ کہا ہے اس مکتب کے نفاذ کا جبر و استبداد کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا خود مارکس کہتا ہے :

" زور و غلبہ ایک فطری قانون ہے اس پر دے میں جو حق پوشیدہ ہے وہی قانون ہے پر مبنی تھا، اور ہمارا ایمان ہے کہ جبر و اسبتداد کے بغیر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔"[9]

غرض سوشلزم کا مقصد تمام وسائل رزق اور قومی پیداوار کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اجتماعی ملکیت میں دیتا ہے۔ تا کہ معاشی فلاح و بہبود میں اضافہ ہو اور کسی کو دوسرے کا استحصال کرنے کا موقع نہ ملے۔ گویا سوشلزم کا ماننا ہے استبداد کے بغیر حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔ سوشلزم میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حاکمیت معاشرے کو حاصل ہے لیکن حاکم وہ سر بر اہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سارا انتظام ہوتا ہے۔

سوشلزم کےسیاسی عدم استحکام کے بارےڈاکٹر علامہ اقبالؒ کے تاثرات:

مفکرِ پاکستان علامہ قبالؒ نے وفات سےقبل 28 مئی 1938ء کے ایک خط میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کو یہ لکھا:

"The insertion of Jawaharlal's Socialism into the body politic of Hinduism is likely to cause much bloodshed among the Hindus themselves. The issue between social democracy and Brahmanism is not dissimilar to the one between Brahmanism and Buddhism. Whether the fate of socialism will be the same as the fate of Buddhism in India, I cannot say. But it is clear in my mind that if Hinduism accepts social democracy, it must necessarily cease to be Hinduism. For Islam the acceptance of social democracy in some suitable form and consistent with the legal principles of Islam is not a revolution but a return to the original purity of Islam."[10]

ان اقتباسات سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ اقبال یہ چاہتے تھے کہ کمیونزم خدا کا اقرار کرے اور روحانیت کو قبول کر لے اور اسلام اشتراکیت کی اقتصادی جمہوریت کو قبول کر لے جس کے لیے اسلام میں جواز موجود ہے ۔ اگر پہلی بات ممکن نہیں ہے تو دوسری بات ممکن ہوسکتی ہے۔

اسلام کے لیے اشتراکیت کی اقتصادی جمہوریت کے قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے ۔ آخری نکتے کی وضاحت بال جبریل اور ضرب کلیم میں ملے گی ۔ میں بال جبریل کے تین مضمون یعنی لینن خدا کے حضور میں، فرشتوں کا گیت ، اور فرمان خدا اور زمین کے ساتھ ضرب کلیم کی تین نظموں میں اشتراکیت، کارل مارکس کی آواز اور انقلاب کو کمیونزم اور اسلام کے متعلق اقبال کی آخری دستاویز سمجھتا ہوں۔ ان نظموں کے تجزیے سے بہت دلچسپ نتائج برآمد ہوتے ہیں ۔ بال جبریل کی پہلی نظم میں لینن کی زبان سے خدا کے وجود کی شہادت دینے کے بعد اقبال سرمایہ داری نظام اور ملوکیت پر بھر پور تنقید کرتے ہیں اور اس زباں میں اس کی دھجیاں اڑاتے ہیں جو مارکس نے استعمال کی ہے ۔ یہاں اشارے اور کنایہ کو نظرانداز کر کے شاعر نے اس برہنہ گفتاری سے کام لیا ہے جو رزمیہ شاعری کی فکری حصّوں میں

ہوتی ہے۔اور جس پر آج کی اسلوبی تنقید (stylistic criticism) نعرے بازی اور پروپیگنڈے کا الزام لگاتی ہے ۔

ظاہر میں تجارت ہے، حقیقت میں جوا ہے

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

یہ علم ، یہ حکمت ، یہ تدبر ، یہ حکومت

پیتے ہیں لہو ، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات[11]

معاشی مساوات مثبت پہلو:

اشتراکیت معاشی مساوات و یکسانیت کا تصور پیش کرتی ۔ اشترا کی مفکرین کہتے ہیں کہ اگر تمام انسانوں کی دولت اور ان کی محنتوں کے حاصل کو عوام کی مشتر کہ ملکیت قرار دیا جائے اور ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق خوراک اور دیگر لوازمات زندگی فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہو تو اس صورت میں امیر اور غریب ، ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز ختم ہوسکتا ہے اور سرمایہ دار اور مزدور میں جو حد فاصل ہے وہ خود بخود مٹ سکتی ہے۔ کارل مارکس کمیونسٹ پارٹی کے منشور میں لکھتا ہے : " سرمایہ داروں نے جو ظلم و تشدد برپا کر رکھا ہے اس کا واحد علاج یہ ہے کہ دنیا سے جماعتی تفریق کو مٹا دیا جائے ۔ عمرانی زندگی کے مصائب و آلام صرف جماعتی امتیازات کی بناء پر ہیں اور اس کا ازالہ مزدوروں کی جماعت کا برسر اقتدار آ کر عالمگیر یکسانیت و مساوات پیدا کرتا ہے۔ ایک اشترا کی مفکر لکھتا ہے :

> "جماعتی جنگ کے ذریعہ سےاور ڈکٹیٹرشپ کی مدد سے اشتراکیت جماعتی امتیازات و تفوق کو مٹا کر ایک ایسی سوسائٹی کی تشکیل کرے گی جس میں طبقاتی امتیازات کا وجود نہ ہوگا[12]"

اخلاقی اصولوں کی نفی :

اشتراکیت ہر اس اخلاقی قانون اور ضابط کو کالعدم قرار دیتی ہے جو کسی مذہب یا سوسائٹی کا وضع کردہ ہے۔ وہ کسی ضابطہ اخلاق کو تسلیم نہیں کرتی ۔ اخلاقی قانون اور ضابطے اس کے نزدیک فضول اور بے مقصد چیزیں ہیں۔ لینن کا قول ہے:

"ہم ایسے اخلاق کے منکر ہیں جس کی بنیاد سرمایہ داروں نے خدائی احکامات پر رکھی ہے ہم تمام ایسی اخلاقی اقدار کے منکر ہیں جن کی بنیاد انسانی اور طبقاتی نظریات سے بالاتر ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک فریب ہے اور کسانوں اور مزدوروں کو زمین داروں اور سرمایہ داروں کے مفاد کی خاطر بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہماری اخلاقی اقدار غریبوں کی طبقاتی جدو جہد کے تابع ہیں[13] "

یہ مذہب دشمنی کیوں؟

اشترا کی مفکرین چونکہ صرف کمیونسٹ پارٹی کی حاکمیت اور برتری کے قائل ہیں، اس لیے وہ کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عوام کسی اور ہستی کو ان کے مقابلے میں اعلیٰ وارفع سمجھیں۔ ایک اچھا اشترا کی ہونے کے لیے خدا اور مذہب کا انکار لازمی ہے۔ آمریت ظلم و تشدد، جھوٹ ، عیاری، خون خرابہ، دغا بازی اسی معاشرہ میں پروان چڑھ سکتے ہیں جو خدا اور مذہب سے باغی ہو اور خاص طور پر دین اسلام کو اشتراکیت اپنے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کرتی ہے۔

اشتراکیت ایک مذہب:

اشتراکیت کی بنیاد اگر چہ مذہب دشمنی پر ہے لیکن یہ خود ایک ایسے مذہب کی صورت اختیار کر چکی ہے جس میں اشترا کی زعماء کو وہ درجہ دیا گیا ہے جو دیگر مذاہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کو حاصل ہے۔ ماسکو اور روس کے مختلف مناظر اس حقیقت کو پیش کرتے ہیں۔ لینن کے مقبرہ کی زیارت کے لیے ہر روز فیکٹریوں، کلبوں اور سکولوں سے ایسے گروپ تشکیل دیے جاتے ہیں جو اس کے مقبرہ کی زیارت کرتے ہیں۔ ماسکو کے ایک عبادت، خانہ میں لینن کا مجسمہ رکھا ہوا ہے۔ روس میں ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد ایک اشتراکی نے بڑے فخر کے ساتھ کہا:

" آج کے بعد اس منارے سے موذن مسلمانوں کو نہیں پکار سکے گا بلکہ لینن ۔[14]"

تاریخ کی مادی تعبیر :

کارل مارکس کہتا ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں زندگی کی اصل بنیاد اس دور کا معاشی نظام ہوتا ہے۔ مذہب، اخلاقیات، تہذیب و تمدن، فنون لطیفہ سب اس کے تابع ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو اسے کھانے کے لیے خوراک، پینے کے لیے کپڑا اور سر چھپانے کے لیے مکان کی

ضرورت ہوتی ہے اور وہ سب سے پہلے اس کی نگر کرتا ہے۔ اگر اس کو یہ بنیادی ضروریات ہی مہیا نہ ہوں تو مذہب، تہذیب، فنون لطیفہ سب اس کے لیے بے کار ہیں۔

طبقاتی نزاع:

طبقاتی نزاع کا تصور تاریخ کی مادی تعبیر سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ مارکس کہتا ہے حالات پیداوار اور پیداواری قوتوں کی فطری مناسبت سے جب ایک نیا معاشی نظام معرض وجود میں آتا ہے تو مظلوم اور مغلوب طبقے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ طبقاتی تقسیم اور مل کی از سر نو تقسیم کر کے ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے لیکن یہ مطالبہ ان طبقوں پر گراں گزرتا ہے جنہوں نے نہایت عیاری سے مروجہ معاشی نظام کی بدولت دوسرے طبقوں سے زیادہ دولت اور اقتدار حاصل کیا ہوتا ہے۔

کارل مارکس کہتا ہے کہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو دنیا میں جب بھی کوئی نیا معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے۔ اس کے پیچھے دراصل طبقاتی نزاع کا عمل ہی کارفرما ہوتا ہے۔ محمد مظہر الدین صدیقی کے مطابق کمیونسٹ مینی فسٹو کے پہلے ہی صفحہ پر یہ عبارت ملتی ہے:

> "انسان نے اس وقت تک جتنے معاشرے قائم کیے ہیں، ان سب کی تاریخ طبقاتی نزاع کی تاریخ ہے۔ غلام اور آقا، امراء اور جمہور، سرمایہ دار اور مزدور۔ مختصر یہ کہ ظالم اور مظلوم بیٹے ایک دوسرے کے مخالف اور باہم برسر پیکار ہے ہیں۔ یہ لڑائی صدیوں سے یونہی مسلسل جاری ہے بھی اس کی آگ دھیمی پڑ جاتی ہے اور مخفی طور سے اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے اور کبھی اس کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں پھر اس کا انجام یا تو یہ ہوتا ہے کہ ایک انقلاب پورے معاشرے کو بدل ڈالتا ہے یا پھر دونوں برسر پر کار طبقے بالکل مٹ جاتے ہیں ۔"[15]

کیا طبقاتی نزاع ہر انقلاب کی بنیاد ہے؟

انسانی تاریخ کارل مارکس کے اس نظریہ کو بھی رد کر دیتی ہے کہ اس دنیا میں جتنے انقلاب رونما ہوئے ہیں، ان کے پیچھے طبقاتی نزاع کامل کار فرمارہا ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ کے بعض ادوار میں مظلوم طبقہ نے ظالم طبقہ کے خلاف جدو جہد کی اور نزاع کی صورت پیدا ہوئی لیکن پوری انسانی تاریخ کے انقلابات کو طبقاتی نزاع کی پیداوار قرارد ینا قطعی طور پر غلط ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کی اکثر لڑائیاں مذہب، قوم، برادری، قبیلے اور نسل کی بنیاد پر لڑی گئی ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ مذہبی، قومی اور وطنی بنیادوں پر ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہوئے۔ رسول عربی نے علی ان کا برپا کیا ہوا انقلاب طبقاتی نزاع کی

پیداوار نہ تھا بلکہ خالص مذہبی بنیاد پر کامیاب ہوا تھا۔ جدید دور میں جرمنی کے مزدور، روس کے مزدوروں سے برسر پیکار ہوئے۔۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم طبقاتی نزاع کی بناء پر نہیں بلکہ خالص مذہبی بنیاد پر ہوئی۔

اشتراکی معاشرہ میں آمدنیوں کا تفاوت :

یہی وجہ ہے کہ آج بھی اشتراکی معاشرہ میں آمدنیوں میں عدم مساوات پائی جاتی ہے ایک کمیونسٹ مفکر نے بالکل درست کہا ہے:

> " روس کے اندر طبقہ واریت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یہاں امراء بھی ہیں اور غرباء بھی ، غالب بھی ہیں اور مغلوب بھی ۔ ان کے معیار زندگی میں نمایاں فرق ہے۔ ریل کے ڈبوں، جہازوں اور ریستورانوں میں مختلف درجوں کا پایا جانا اس طبقہ واریت کی ایک کھلی اور بین دلیل ہے۔ خوش نصیب لوگ صحت افزاء مقامات پر بڑے بڑے محلات میں نہایت آرام و عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں مگر بہت سے سیاہ بخت جھونپڑیوں تک کے محتاج ہیں ۔ ے ایک طرف سیم و زر کے بستر پر زندگی کروٹیں بدلتی ہے ایک طرف مفلسی کے بستر پر آدمیت کی لاش جلتی ہے"[16]

کیا مزدور تمام منافع کا حق دار ہے؟

کارل مارکس کا یہ نظریہ کہ پیداوار کے کل منافع کا حق دار صرف مزدور ہے، نا قابل عمل ہے کیونکہ دیگر عاملین پیدائش مثلا زمین سرمایہ در تنظیم کی حیثیت اور اہمیت کو بالکل خارج کر دیا گیا ہے۔ زمین دار یا کارخانہ دار جو اپنی زمین یا کارخانہ فراہم کرتا ہے۔ ایک آدمی وہاں اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے، منتظم اپنی فنی خوبیوں، کنیکی اور سائنسی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ ان سب کو منافع سے محروم کر دینا کہاں کا انصاف ہے۔

آمریت کا تصور:

اشترا کی مفکرین نے نظام حکومت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ آمرانہ ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کا مقصد وحید مزدوروں کے نام پر اشترا کی لیڈروں کی آمریت قائم کرتا ہے۔ ایک ایسا نظام جہاں فرد واحد یا معصوم مزدوروں کی جماعت حکمران ہو اور وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ مذہب و اخلاق کے اصولوں سے بھی مکمل طور پر آزاد ہو انسانیت کے لیے تباہی کا باعث

بھی بن سکتا ہے۔ وہ نام نہاد مزدوروں کی انجمن جسے اقتدار سونپا جائے گا۔ کیا ایسے معصوم، بے غرض اور پاک باز لوگوں پر مشتمل ہوگی جو ذاتی اغراض و خواہشات کو قربان کر چکے ہوں گے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر مذہب و اخلاق کے اصول انسان کے کردار کی تعمیر نہیں کر سکتے تو پھر دنیا کا کوئی فلسفہ اس کو فرشتہ خصلت نہیں بنا سکتا۔ خواہ سرمایہ دار کی حکومت ہو یا مزدور انجمن کی ، اگر اخلاق حسنہ سے عاری ہوں گے تو پھر دونوں سے ایک جیسی حرکات ہوں گی ۔

انسانیت سوز مظالم :

پیر کرم شاہ ازہری سوشلزم کے بارے اپنے تاثرات کاذکرتے ہیں:

> ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک لینن نے اپنے مخالفین کو تباہ و برباد کرنے پر پوری ہمت صرف کر دی۔ قید و بند اور موت کی سزاؤں کے علاوہ لینن نے اپنے مخالفین کے لیے جبری محنت اور بے گار کیمپوں کی سکیم کا آغاز کیا اور ان کیمپوں میں ان بے گناہ لوگوں کو بھی رکھا جاتا جن کے متعلق یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ آگے چل کر اشترا کی نظام کی مخالفت کریں گے۔ ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کو جب ڈورا کیپلن (Dora Kaplan)ایک مشہور سماجی انقلاب پرست نے لینن پر گولی چلا کر اس الزام میں اسے زخمی کر دیا کہ وہ جمہوری انقلاب کا غدار ہے تو اشترا کیوں کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور انہوں نے خون ریزی کی انتہا کر دی۔ اس کا انتقام لینے کے لیے پانچ سو قیدیوں کو گولی سے اڑا دیا گیا[17]"

عبدالحمیدصدیقی روسی انقلاب کے بارے اپنےتاثرات تحریر کیے کہ :

> "روس میں تطہیر کے اس عمل سے اشتراکیت کے عظیم راہنما بھی محفوظ نہ رہ سکے اور غداری کے الزامات لگا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک دس سال کی مدت کے اندر گیارہ میں سے نو وزراء کا خاتمہ ہوا۔ اشترا کی پارٹی کی مرکزی تنظیم کے ۱۵۲ ارکان میں سے ۱۴۳ ارکان گولی کا نشانہ بنائے گئے ۔ ۲۷ میں سے ۵ اوہ اشترا کی جنہوں نے سویت روس کے دستور کا مسودہ تیار کیا تھا۔ روس کی جنگی کونسل کے ۸۰ میں سے ۷۰ ارکان، روسی فوج کے پانچ میں سے تین مارشل ، ساٹھ فیصد جرنیل، اور میں ہزار افسر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے "[18]۔

حاصل کلام:

سرمایہ درانہ نظام کے مقابلے میں اشتراکیت بذات خود بہت انتہاء پسندانہ تھا ۔ سرمایہ دارانہ نظام نے فرد کو اتنا آزاد اور بے لگام چھوڑ دیا کہ وہ اپنے منافع کے خاطر جو چاہے کرتا پھرے، اس کے مقابلے میں اشتراکیت نے فرد کو اتنا گھونٹ دیا کہ اس کی فطری آزادی بھی سلب ہو کر رہ گئی ۔ سرمایہ دارانہ نظام نے بازار کی قوتوں یعنی رسد و طلب کو تمام مسائل کا حل قرار دیا ، لیکن اشتراکیت نے ان قدرتی قوانین کو تسلیم کرنے سے کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی جگہ سرکار کی طرف سے کی ہوئی منصوبہ بندی کو ہر مرض کا علاج قرار دیا ۔ حالانکہ انسان کی اپنی وضع کی ہوئی منصوبہ بندی ہر جگہ کام نہیں دیتی اور بہت سے مقامات پر اس کا نتیجہ ایک مصنوعی جکڑ بند کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا۔یہ تمام خرابیاں محض نظریاتی نوعیت کی نہیں ہیں، بلکہ اشتراکیت کی پہلی تجربہ گاہ روس میں چوہتر سال کے تجربے نے یہ تمام خرابیاں پوری طرح ثابت کر دی ہیں ۔ ایک زمانے میں ابھی کچھ عرصہ تک اشتراکیت اور نیشنلائزیشن کا طوطی بولتا تھا اور جو شخص اس کے خلاف زبان کھولتا اسے رجعت پسند اور سرمایہ دار ایجنٹ کہا جاتا تھا۔

شروع میں اشتراکیت کی حیثیت محض سلبی تھی لیکن اس کا دارو مدار تمام تر جذبہ مخالفت پر مبنی تھا اس کا مقصد صرف سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا، جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، اشترکیت نے ایک معاشی تحریک سے نکل کر ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کرلی اور اس کا دائرہ نظر زندگی کے غیر معاشی پہلوؤں پر بھی حاوی ہو گیا۔

غرض سوشلزم کا مقصد تمام وسائل رزق اور قومی پیداوار کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اجتماعی ملکیت میں دیتا ہے۔ تا کہ معاشی فلاح و بہبود میں اضافہ ہو اور کسی کو دوسرے کا استحصال کرنے کا موقع نہ ملے۔ گویا سوشلزم کا ماننا ہے استبداد کے بغیر حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔ سوشلزم میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حاکمیت معاشرے کو حاصل ہے لیکن حاکم وہ سر بر اہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں سارا انتظام ہوتا ہے۔

اشترا کی مفکرین چونکہ صرف کمیونسٹ پارٹی کی حاکمیت اور برتری کے قائل ہیں، اس لیے وہ کسی صورت بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ عوام کسی اور ہستی کو ان کے مقابلے میں اعلیٰ وارفع سمجھیں۔ ایک اچھا اشترا کی ہونے کے لیے خدا اور مذہب کا انکار لازمی ہے۔ آمریت ظلم و تشدد، جھوٹ ، عیاری، خون خرابہ، دغا بازی اسی معاشرہ میں پروان چڑھ سکتے ہیں جو خدا اور مذہب سے باغی ہو اور خاص طور پر دین اسلام کو اشتراکیت اپنے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کرتی ہے۔

****

حوالہ جات

1. SM, Minhaj al-Dīn, Ifkār-o Tasawwurāt-e Iqbal, Multan, Karawan-e Adab, 1993.
2. William N. Loucks- "Socialism" page - 13.
3. Ahmed, Khursheed, "Socialism Ya Islam" Critique of the Gotha Programme. "Selected works, Moscow, vol: 11. (Karachi, Maktba Chrag Rah 2012)p.53.
4. Ingram, Kalis Dr, Tarikh Maashiyat hain, Jamia Osmania Hyderabad (City), Other (District), Telangana (State), India (Country1932) p18.
5. Gilani, Shaukat Ali," Socialism aur Islam" (Karachi, Ansari Kitab Ghar Registered 1949) p.39.
6. Usmani, Molana Taqi, Islam or Jadeed Maeesht Wa Tijart (Karachi: Idara Maraf 2013) p.33.
7. Gilani, Shaukat Ali," Socialism Aur Islam, (Karachi, Ansari Kitab Ghar Registered 1949) p.68.
8. Usmani, Molana Taqi, Islam or Jadeed Maeesht Wa Tijart (Karachi: Idara Maraf 2013) p.34.
9. Al-Zamakhshari, Abu al-Qasim Mahmoud bin Umar, Asās al-Balagah, (Beirut, Dar al-Ihya al-Turath al-Arabi, 1422/2001).
10. Iqbal, Foot Philosopher of Pakistan. Edited by Hafeez Malik. Page 356 (New York: Columbia University Press, 1971. First Edition.)
11. Allama Iqbal, Bal e Jabreel, poem, Lenin (Nashir: SeiKh Gulam Ali Adbi Market Lahore) p.22.
12. Gilani, Shaukat Ali," Socialism Aur Islam, (Karachi, Ansari Kitab Ghar Registered 1949) p.42.
13. Sadiq Muhammad. "Islam Aur Ishtarakiyat" (Marks, Engel, selected correspondence) p.423.
14. Zaki, Ali Misree, "Duniya Main Islam", p.358.
15. Siddiqui,Muhammad Mazhar Ud Din, "Ishtarakiyat Aur Nizam e Islam",p.179-180.
16. Gilani, Shaukat Ali," Socialism Aur Islam, (Karachi, Ansari Kitab Ghar Registered 1949) p.68.
17. Alazhari, Peer Karam Ullah Shah," Mazdor ki GumShud Jannat" Translation, p.64.
18. Siddiqui, Abdul Hameed," Insaniyat ki Tamir i Nau Aur Islam", (Lahore Publishers: Islamic Publishing House 1976) p.1330.